IQBAL REVIEW (64: 2)
(April – June 2023)
ISSN(p): 0021-0773
ISSN(e): 3006-9130

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی بحیثیت اقبال شناس: ایک تعارفی مطالعہ

محمد سرفراز اجمل
پی ایچ ڈی سکالر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

ABSTRACT

Dr Rafiuddin Hashmi is a very well-known scholar. Dr. Hashmi Sahib has written more than 27 books on Iqbaliyat and has taught the new generation for 35 years in institutions like Punjab University and GC University etc Lahore. Having participated in international conferences dozens of times, he is highly respected in the academic and literary circles of India as well. Iqbal scholars of both the countries have given him the status of teacher. India's leading expert on Iqbal and Professor Emeritus of Delhi University, Dr. Abdul Haq writes, "Dr. Rafiuddin Hashmi is Danai Iqbal. Prof. Rafiuddin Hashmi was awarded with many honors and prizes. In which he was awarded a scholarship by the Education Department for passing the Inter-Arts examination in 1960 from Government College Sargodha, M. Punjab University Lahore awarded you a gold medal for your first rank in Urdu. Apart from this, Anjuman Taqrigh Urdu Pakistan awarded him Babay Urdu Medal for this outstanding achievement. In 1988, in an essay writing competition among teachers of Sargodha Board of Intermediate and Secondary Education, you won the first prize for writing the best essay on the subject of Allama Iqbal and the Revival of Islam.

Keywords:

Iqbal, scholar, Teacher, researcher

پیدائش:

پروفیسر رفیع الدین ہاشمی کی پیدائش اسکول ریکارڈ کے مطابق یکم اپریل ۱۹۴۲ء ہے۔ مگر آپ کی اصل تاریخ پیدائش جمعہ، ۹ فروری ۱۹۴۰ء ہے،[1] کہ جس کی تصدیق آپ کے والد کی ڈائری سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی دادی اور خاندان کی کچھ عورتوں کے مطابق آپ کی پیدائش محرم کے چاند کی پہلی تاریخ کو ہوئی جس کی تصدیق کیلنڈر سے ہوتی ہے۔ ۹ فروری ۱۹۴۰ء کو محرم کی پہلی تاریخ تھی۔ اسکول ریکارڈ میں غلط اندراج کے بارے میں آپ یوں فرماتے ہیں: "ساتویں جماعت میں جب میرا داخلہ ہوا تو ہمارے ایک استاد محمد افضل قریشی صاحب نے اپنے حساب سے فارم پر یکم اپریل لکھ دیا کیونکہ اس زمانے میں تعلیمی سال کا آغاز یکم اپریل سے ہوتا تھا مگر بعد میں جب میں نے والد صاحب کی ڈائری دیکھی تو مجھے معلوم ہوا کہ میری صحیح پیدائش ۹ فروری ۱۹۴۰ء ہے۔[2]

آپ کے دادا شاہ عالم نے معروف مترجم قرآن شاہ رفیع الدین دہلوی کی نسبت سے آپ کا نام شاہ رفیع الدین رکھا۔ آپ نے طالب علمی کے زمانے میں شاہ کا لفظ نام کے ساتھ لکھنا چھوڑ دیا۔ آپ کی عمر جب چھ سال کی تھی تو آپ کی والدہ گل بیگم کا انتقال ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ والدہ کی وفات کے بارے میں آپ کو کچھ زیادہ معلوم نہیں اس بارے میں آپ نے بتایا :

> والدہ بچپن میں فوت ہو گئیں۔ ان کی بس ایک یاد باقی رہ گئی ہے کہ وہ بیمار تھی جو ہمیشہ ایک محرومی کا احساس دلاتی ہے میں ان کے لیے دعا گو رہتا ہوں۔ مصریال جاؤں تو ان کی قبر پر ضرور جاتا ہوں۔ خدا ان کی روح کو آسودہ رکھے اور ان کی مغفرت کرے۔

والدہ کی وفات کے بعد آپ کے والد نے آپ کو آپ کی چچی کے پاس لُڈے والا (چک ۵۲ الف شمال) سرگودھا میں چھوڑ دیا۔

ابتدائی تعلیم :

ابتدائی تعلیم ہاشمی صاحب کی ابتدائی تعلیم کا آغاز مسجد سے ہوا۔ ناظرہ قرآن اپنے دادا شاہ عالم سے پڑھنا شروع کیا جو مسجد میں بچوں کو قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ وہ شروع شروع میں آپ کو ایک ایک آیت یاد کرنے کو کہتے جو آپ فوراً انہیں یاد کر کے سُنا دیتے۔ اس وجہ سے انہوں نے آپ کو حفظ قرآن پر لگا دیا۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ نے دین محمد انبالوی مدرس جامع مسجد سرگودھا سے حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ اے اس وجہ سے آپ کی رسمی تعلیم دیر سے شروع ہوئی۔ رہی تعلیم فارسی کے سلسلے میں

آپ کا داخلہ سرگودھا کے ایک پرائیوٹ ادارے پبلک ماڈرن اسکول میں ہوا جہاں پر تین سال میں آپ نے پرائمری پاس کی۔ پبلک ماڈرن اسکول میں سال میں دو جماعتیں پاس کرائی جاتی تھی۔[۳] اسکولی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے چچا حکیم عبد الرحمن ہاشمی سے علوم دینیہ حاصل کرنا شروع کر دیا عربی صرف ونحو کے ساتھ آپ نے فارسی کی ابتدائی کتب کریما، نام حق، پند نامہ عطار، گلستان اور بوستان کی تعلیم حاصل کی۔ پرائمری کے بعد آپ کا داخلہ ابنالہ مسلم ہائی اسکول سرگودھا ہوا جہاں سے آپ نے اپنے مشفق استاد محمد افضل قریشی کی رہنمائی میں ایک سال میں چھٹی اور ساتویں کی جماعتیں پاس کیں۔ اس بارے میں آپ یوں فرماتے ہیں :

پرائمری کے بعد ہمارے ایک استاد محمد افضل قریشی صاحب نے اپریل سے اگست تک ہمیں چھٹی کا کورس پڑھایا اور حکمہ تعلیم کا امتحان دلوایا، ہم چھٹیوں کے بعد محکمہ کی اجازت سے باقاعدہ امتحان پاس کر کے ابنالہ مسلم ہائی اسکول کی ساتویں جماعت میں بیٹھ گئے۔

اسطرح آپ نے دو سال میں مڈل اسٹینڈر امتحان پاس کیا ساتھ ہی مدل میں وظیفے کا امتحان بھی پاس کیا۔ نویں جماعت میں داخلہ کے وقت سائنس یا اردو میں سے ایک مضمون رکھنے کا مسئلہ در پیش تھا۔ آپ کی خواہش سائنس کی تھی مگر حساب پڑھانے والے آستاد نے سائنس کے بارے میں آپ کو بہت ڈرایا جسکی وجہ سے آپ نے اُردو مضمون کا انتخاب کیا۔ ۱۹۵۷ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اسکول میں بہت اچھا ماحول تھا۔ اس بارے میں آپ نے بتایا:

اسکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی محمد فتح اللہ خان صاحب سفید ریش بزرگ تھے۔ وہ نہایت دیندار شخص تھے۔ سرسید کی ہو بہو تصویر تھے۔ انہوں نے اسکول میں بہت اچھا ماحول پیدا کیا ہوا تھا۔ سردیوں میں نماز ظہر کا وقت اسکول کے اوقات میں آتا، تو انہوں نے ایسا عمدہ نتظام کیا تھا کہ ہزاروں طلبہ نماز ظہر اسکول کے کمپاونڈ ہی میں با جماعت ادا کرتے، پھر اس کے بعد تفریح کا وقفہ ہوتا تھا۔

اعلی تعلیم:

میٹرک کے بعد آپ کا داخلہ گورنمنٹ کالج سرگودھا میں ہوا۔ وہاں سے آپ نے ۱۹۶۰ء میں انٹر آرٹس کا امتحان امتیازی پوزیشن میں پاس کر کے اسکالر شپ حاصل کر لی۔ بیماری کی وجہ سے آپ باقاعدگی کے ساتھ تعلیم جاری نہ رکھ سکے اس وجہ سے بی۔ اے بطور پرائیوٹ امیدوار کے درجہ دوم میں پاس کیا۔ ایم۔ اے اردو کیلئے آپ نے سرگودھا کالج میں داخلہ لیا۔ سرگودھا کالج میں آپکو پڑھائی میں دل نہیں لگ رہا تھا اسکے علاوہ آپ نے اورنیٹل کالج لاہور کے بہت چرچے سنے تھے اس لیے آپ

نے اپنے والد اور چچا سے اجازت لیکر اورنیٹل کالج لاہور میگریشن کر کے داخلہ لیا۔ اس زمانے میں اورنیٹل کالج لاہور میں ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر وقار عظیم اور ڈاکٹر وحید قریشی جیسے اساتذہ موجود تھے جن کی کافی علمی شہرت تھی ایم۔اے سال اول میں اس وقت ایک سو طلبہ و طالبات زیر زیر تعلیم تعلیم تھیں اسے بارے میں آپ نے بتایا:

اس زمانے میں داخلہ پر کوئی پابندی نہ تھی عمر کی بھی قید نہ تھی۔ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم پرنسپل تھے اور شعبہ اردو کے صدر بھی۔ وہ فراخ دلی سے ہر ایک کو داخل کر لیا کرتے تھے۔

ایم۔ اے سال اول میں زیادہ نمبرات حاصل کرنے والے دس طلبہ کو مقالہ لکھنے کے لیے دیا جاتا تھا اُن دس طلبا میں شامل ہونے کے باوجود آپ نے مقالہ نہیں لکھا اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ اس وقت پارٹ ٹائم ملازمت کر رہے تھے۔ اس بارے میں آپ نے یوں بتایا:

مجھ سے وقار صاحب نے پوچھا، آپ مقالہ لکھیں گے؟ میں نے کہا سر! میں مقالہ نہیں لکھوں گا، اساتذہ حیران ہوئے۔ کیونکہ اس زمانے میں مقالہ لکھنا بڑی بات تھی اور مقالہ کوئی نہیں چھوڑتا۔ مگر میں خیال کرتا تھا کہ مقالہ لکھنا بہت مشکل کام ہے، وقت بھی بہت لگے گا اور میں اتنا وقت نہیں دے سکوں گا۔ حالانکہ مقالہ کے لیے ایک سال ہوتا تھا۔ میں پارٹ ٹائم ملازمت کرتا تھا۔ پھر یہ بھی خیال تھا صحیح یا غلط کہ اخراجات بھی بہت ہوں گے۔ سو میں نے انکار کر دیا۔[۴]

مقالہ نہ لکھنے کے باوجود آپ نے ایم۔ اے۔ اردو اول بدرجہ اول پاس کیا۔ اس سال پنجاب بھر میں درجہ اول میں کامیاب ہونے والے آپ واحد امیدوار تھے، حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ آپ کے ایک استاد کالج اورینٹل کالج میں انگریزی پڑھاتے تھے، انہوں نے بھی اسی سال ایم۔ اے اردو کا امتحان دیا تھا مگر وہ درجہ دوم میں پاس ہوئے۔ ایم اے اردو بدرجہ اول میں کامیاب ہونے پر پنجاب یونیورسٹی نے آپ کو سونے کا تمغا دیا۔ انجمن ترقی اردو پاکستان نے بھی آپ کو بابائے اردو میڈل عطا کیا۔

گورنمنٹ کالج سرگودھا کی ملازمت کے دوران آپ نے تحقیقی کام شروع کیا آپ کا موضوع تحقیق تھا۔ تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، جس کی تکمیل ۱۹۸۱ء میں ڈاکٹر وحید قریشی کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ کے تحقیقی کام کو ہر خاص وعام نے سراہا۔ اس کے علاوہ آپ نے ہومیو پیتھی کے باقاعدہ طالب علم کی حیثیت سے اس فن کا مطالعہ کیا اور ۱۹۸۸ء میں ہومیو پیتھی میں ڈپلوما حاصل کیا اس بارے میں آپ کے دوست حافظ فتح شاہ نے یوں بتایا:

آپ ہو میو پیتھی کے مستند ڈاکٹر ہیں۔ اس حوالے سے آپ اپنی تحقیقی مطالعے اور تجربے سے مختلف عارضوں میں گرے ہوئے رفقاء اور ان کے اہل خانہ کے علاج کے لیے گاہے لگاہے ادویات بھی دیتے ہیں اور مشفقانہ مشوروں سے بھی نوازتے ہیں۔

آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۹۵ء میں ترکی زبان میں سرٹیفیکیٹ کورس بھی کیا۔[۵]

ادارتی مصروفیات :

گھریلو حالات کی بنا پر پروفیسر رفیع الدین ہاشمی نے دوران تعلیم مختلف اخبارات، رسائل اور جرائد کیلئے کام کیا جس سے آپ کی پڑھائی کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف اخبارات اور رسائل میں میں آپ کے مضامین اور افسانے چھپتے رہے ہیں۔ کچھ عرصے آپ نے " آئین" لاہور میں بطور رپورٹر اور وقائع نگار کام کیا۔ ان سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ طلبہ کی معروف تنظیم اسلامی جمعیت طلبہ سے بھی تعاون کرتے رہے۔ جن اخبارات، رسائل اور جرائد کیلئے آپ نے کام کیا ان کی تفصیل یوں ہے:

معاون ایڈیٹر ماہ: نامہ تعمیر انسانیت" لاہور ۱۹۶۳ء، ریزیڈنٹ ایڈیٹر روزنامہ وفاق سرگودھا ۱۹۶۴ء، اداریہ نویس روزنامہ وفاق سرگودھا ۱۹۶۴ء، وقائع نگار روزنامہ وفاق لاہور ۱۹۶۵ء، کالم نگار روزنامہ وفاق لاہور / سرگودھا ۱۹۶۵-۶۶ء، رپورٹر ہفت روزہ "آئین" لاہور ۶۸ ۱۹۶۵ء، مرتب " آئین (مولانا مودودی کا دورہ آزاد کشمیر) لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۶۵ء (مکمل شمارہ)، مدیر اعلی محور پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۶۶ء، معاون مدیر ماہ نامہ سیارہ لاہور ۶۷ - ۱۹۶۶ء اور معاون مدیر ماہ نامہ اردو ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۷۸ء تا جنوری ۱۹۴۹ء۔

گورنمنٹ کالج سرگودھا اور اورینٹل کالج لاہور کی ملازمت کے دوران آپ کی زیر نگرانی درج ذیل ادبی مجلات شائع ہوئے۔

۱۔ مرتب (بہ اشتراک)"ضیابار" (اقبال نمبر) مجلہ گورنمنٹ کالج، سرگودھا ۱۹۷۳ء۔

۲ - مرتب (بہ اشتراک)"ضیابار" (اقبال نمبر) مجلہ گورنمنٹ کالج سرگودھای ۳ ۱۹۷ء۔

۳- مرتب (بہ اشتراک)"نوید صبح" (پچاس سالہ یادگاری نمبر) مجلہ گورنمنٹ کالج سرگودھا ۱۹۷۹ء

۴۔ مرتب (بہ اشتراک)"نوید صبح" مجلہ گورنمنٹ کالج سرگودھا ۱۹۸۰ء - ۱۹۸۱ء۔

۵۔ نگران سخن مجلہ شعبہ اردو اورنیئٹل کالج لاہور ۲۰۰۰ء۔

۱۔ جامعات میں اردو تحقیق

۲۔ علامہ اقبال: شخصیت اور فن

۳- مکاتیب مشفق خواجہ

۴ – یادنامہ: سید اسعد گیلانی[۶]

اعزازات:

پروفیسر رفیع الدین ہاشمی کو متعدد اعزازات اور انعامات سے نوازا گیا۔ جن میں گورنمنٹ کالج سرگودھا سے ۱۹۶۰ء میں انٹر آرٹس کا امتحان امتیازی پوزیشن میں پاس کرنے پر محکمہ تعلیم کا اسکالرشپ دیا گیا، ایم۔اے اردو میں اول بدرجہ اول کامیابی پر پنجاب یونیورسٹی لاہور نے آپ کو گولڈ میڈل سے نوازا۔ اسکے علاوہ اس شاندار کامیابی پر انجمن ترقی اردو پاکستان نے آپ کو تمغائے بابائے اردو دیا۔ ۱۹۸۸ء میں سرگودھا بورڈ آف انٹر میڈیٹ و سیکنڈری ایجوکیشن کے اساتذہ کے درمیان مضمون نویسی کے مقابلے میں آپ کو علامہ اقبال اور احیائے اسلام کے موضوع پر بہترین مضمون لکھنے پر پہلا انعام ملا۔ اسی سال کتابیات اقبال پر مذکورہ بورڈ نے کتب نویسی کا اول انعام دیا۔ پاکستان رائٹرز گلڈ کی طرف سے آپ کے تحقیقی کام تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ پر سال ۱۹۸۲ء میں بہترین تحقیقی کام کرنے پر داؤد ادبی انعام سے نوازا گیا۔ ۱۹۹۱ء میں آپ نے اسپین کا سفر کیا اور واپسی پر آپ نے اس سفر کی مکمل روداد کو سفر نامے کی شکل دی جو قسطوں میں رسالہ " نقوش میں چھپا۔ اس سفر نامے کو" نقوش" میں شائع ہونے والا بہترین سفر نامہ قرار دیا گیا اور ۱۹۹۷ء میں نقوش ایوارڈ دیا گیا۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے سال ۲۰۰۱ء میں درس و تدریس میں آپ کی بہترین کارکردگی کی بدولت " بہترین استاد(Best University Teacher) کا خطاب دیا اور چالیس ہزار روپے کی رقم بطور انعام نقدی دی۔ ۲۰۰۵ء میں مجموعہ مقالات اقبالیات: تفہیم و تجزیہ پر "حکومتِ پاکستان کی طرف سے "قومی صدارتی اقبال ایوارڈ" دیا گیا۔[۷]

مشہور کالم نگار ذوالفقار چیمہ لکھتے ہیں:

عصر حاضر میں اقبال کے موضوع کے حوالے سے پورے ملک میں مستند اور معتبر نام رفیع الدین ہاشمی کا ہے جو ماہر اقبالیات ہیں۔ بحیثیت پاکستانی قوم ہمیں ان کا مشکور ہونا چاہیے کہ انہوں نے مفکر پاکستان علامہ اقبال کو اچھی طرح سمجھا، جانا پہچانا اور اس موضوع پر مسلسل تحقیق کی۔ علامہ اقبال کے مختلف پہلوؤں سے عوام کو متعارف کروایا۔

ڈاکٹر ہاشمی صاحب نے اقبالیات پر ۲۷ سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی اور جی سی یونیورسٹی لاہور جیسے اداروں میں ۳۵ سال تک نئی نسل کو پڑھایا ہے۔
مسلسل کئی بار قومی اور بیرونی کانفرنسز میں حاضری دی۔ برصغیر کے علمی اور ادبی حلقوں میں ان کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔

ہندوستان کے معروف ماہرِ اقبال اور دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر ایمریطس ڈاکٹر عبدالحق لکھتے ہیں: ''ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی دانائے اقبال ہیں۔''

وہ اقبالیاتی ادب کے رازدانوں کے درمیان ایک امتیاز کے مالک ہی نہیں، اقبالؒ کے مقام و پیغام کے نگہدار بھی ہیں اور تفہیمِ اقبال کے رہبر فرزانہ کی بلندی اور بزرگی پر بھی فائز ہیں''۔ علّامہ اقبالؒ کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال، علّامہ کی سوانح عمری 'زندہ رود' مرتب کرتے وقت سب سے زیادہ ڈاکٹر ہاشمی صاحب سے راہنمائی لیتے رہے، مگر کس قدر تشویش کی بات ہے کہ پاکستان میں بہت کم لوگ ان کے مقام اور مرتبے سے واقف ہیں۔ کل اسلام آباد کلب میں خاصے پڑھے لکھے حضرات کے سامنے ان کا نام لیا تو دس میں سے صرف دو ڈاکٹر صاحب سے متعارف نکلے۔[۸]

بحیثیت اقبال شناس:

اقبال شناسی کی روایت کافی قدیم ہے علامہ اقبال کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کی شخصیت اور فکر وفن پر ان ہی کی حیات میں لکھا جانے لگا جہاں ان کے حالات زندگی پر محمد الدین فوق نے ۱۹۹۰ء میں پہلا مضمون لکھا وہیں ان کے فکر وفن پر اب تک سینکڑوں کی تعداد میں کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ جہاں اُردو کے مشہور شاعر اور ادیب مرزا غالب کو وہ پذیرائی ان کی حیات میں حاصل نہ ہوئی جس کے وہ حقدار تھے وہاں علامہ کو وہ شہرت اور پذیرائی ضرور حاصل ہوئی جس کے وہ حقدار تھے۔ ان کے قدر شناسوں کا دائرہ مشرق ومغرب سے لے کر کے دنیائے عرب تک پھیلا ہوا ہے اور ان میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز سے ہی علامہ اپنے قیمتی اور مجد اند آھنگ واسلوب سے علم وادب کے شائقین کو اپنی طرف متوجہ گیا۔ ان کی شاعری کی بالیدگی اور نشوونماء کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ان کے قدر شناسوں، معتقدوں اور مداحوں کا حلقہ بھی بڑھتا گیا اور یہ حلقہ روز بروز وسعت اختیار کرتا جارہا ہے۔ علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر اب تک سینکڑوں کتاہیں لکھی جاچکی ہیں جیسا کہ معروف اقبال شناس پروفیسر رفیع الدین ہاشمی اس حوالے سے لکھتے ہیں :

ایک محتاط اندازے کے مطابق دنیا بھر میں اقبالیات پر شائع شدہ چھوٹی بڑی کتابوں اور مجلات کے خاص نمبروں کی تعداد دو ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔ (ہزار ہا مضامین اس کے علاوہ ہیں) اس بحر ذخار کا تقریباً تین چوتھائی حصہ اقبالیات پاکستان پر مشتمل ہے۔ مطالعہ اقبال میں یہ پیش رفت حیرت انگیز ہے۔ اس برق رفتاری اور فروغ پذیری کو علامہ اقبال کی طلسماتی شخصیت کا اعجاز سمجھنا چاہیے۔[9]

جن لوگوں نے علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر و فن پر پہلے قلم اُٹھایا ان میں پہلا طبقہ ان کے معاصرین کا ہے جن میں سید نذیر نیازی، عبد المجید سالک، بشیر احمد ڈار، ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم، ڈاکٹر سید عبد اللہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اقبال شناسی کا یہ سلسلہ علامہ اقبال کے معاصرین تک محدود نہیں رہا بلکہ یہ سلسلہ تا حال جاری ہے اور اب تک سینکڑوں کی تعداد میں لوگ علامہ اقبال کے فکر و فن سے متاثر ہو کر اپنے کو اقبال شناسی کے ساتھ وابستہ کر چکے ہیں۔ بر صغیر ہند و پاک کے معروف اقبال شناسوں میں جہاں پروفیسر آل احمد سرور، ڈاکٹر تحسین فراقی، ڈاکٹر وحید عشرت، پروفیسر اسلوب احمد انصاری، پروفیسر عبد المغنی اور دوسرے اعلیٰ پائے کے کتنے اقبال شناس ہیں، وہیں پروفیسر رفیع اللہ بن ہائی کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اقبال شناسی کی روایت کو آگے بڑھانے اور فروغ دینے میں انہیں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

پروفیسر رفیع الدین ہائی کی خوش نصیبی تھی کہ انہوں نے علمی اور ادبی ماحول میں آنکھ کھولی، مدل کا امتحان پاس کرنے کے بعد ہائی صاحب کی نظر ان کے گھر میں موجود بانگ درا کے نسخے پر پڑی۔ آپ نے " بانگ درا کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور اس مجموعے کی ابتداء میں درج بچوں کی نظمیں آپ کو ازبر ہوئیں۔ اس بارے میں آپ نے بتایا:

> بچپن میں جب میں اسکول میں پڑھتا تھا ہمارے گھر میں بانگ درا کا ایک مجموعہ تھا مجھے بعد میں پتہ چلا کہ وہ " بانگ درا کا پہلا ایڈیشن تھا جو اب نہیں ملتا۔ میں اس کو پڑھا کرتا تھا اور شروع میں جو بچوں کی نظمیں مثلاً " ایک بکری ایک مکڑا اور مکھی " گائے اور بکری " " بچے کی دعا"، " ہمدردی "، "ماں کا خواب پرندے کی فریاد مجھے بہت اچھی لگتی تھیں۔ اس وقت ذہنی معیار یہ تھا کہ مشکل چیزیں سمجھ میں آتی تھیں۔

ایف۔ اے کے امتحان کے بعد بال جبریل مل گئی چونکہ یہ کتاب انہیں چھٹیوں میں ملی اس لئے اسے اُستاد کے پاس بدرس پڑھنے کا موقعہ ملا اس مجموعے کی اکثر غزلیں اور نظمیں ہائی صاحب نے حفظ کر لیں۔ اسطرح اقبالیات سے ان کا تعلق قائم ہو گیا۔ بی۔ اے کی سطح تک ان کے مطالعے میں اور وسعت پیدا ہوئی اور ایم۔ اے کی سطح پر ان کے نصاب میں اقبالیات کیلئے ایک پرچہ مخصوص تھا۔ امتحان کی تیاری کے سلسلے میں انھیں اقبالیات کی بنیادی کتابوں کا مطالعہ بڑی ژرف نگاہی سے کرنا پڑا اس طرح

اقبالیات کے ساتھ ان کی وابستگی اور پختہ ہوگئی۔ اقبالیات کے حوالے سے ہاشمی صاحب کا پہلا مضمون " کیا ہمیں اقبال کی ضرورت ہے " کے عنوان سے ستمبر ۱۹۷۱ء میں لاہور سے شائع ہونے والے رسالہ سیارہ میں شائع ہوا۔ گورنمنٹ کالج مری میں بحثیت لیکچرار تعینات ہونے کے بعد نصابی ضرورتوں کے پیش نظر ہاشمی صاحب نے اقبال کی طویل نظموں پر لکھنا شروع کیا اور اس کام کی تکمیل میں ڈاکٹر معین الرحمن (جو اس وقت اس کالج سے وابستہ تھے) انہیں وقتاً فوقتاً اپنے زرین مشوروں سے نوازتے رہے اور اس طرح اقبالیات کے موضوع پر ہاشمی صاحب کی پہلی کتاب اقبال کی طویل نظمیں ۱۹۷۴ء میں منظر عام پر آئی جسے شعبہ اقبالیات سے وابستہ اساتذہ نے سراہا اور اس طرح ہاشمی صاحب کی حوصلہ افزائی ہوئی جس نے اقبالیات کے ساتھ ان کے تعلق کو مزید استحکام بخشا۔[۱]

گورنمنٹ کالج سرگودھا کی ملازمت کے دوران ہاشمی صاحب نے تحقیقی کام کرنا شروع کیا جس میں انھوں نے ایک ایسے موضوع کا انتخاب کیا جسمیں انھیں اقبالیات کے بنیادی ماخذ یعنی تصانیف اقبال پر کام کرنے کا موقع ملا۔ پی ایچ۔ ڈی میں ان کا موضوع تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ تھا جو انھوں نے ۱۹۸۱ء میں معروف اقبال شناس ڈاکٹر وحید قریشی کی زیر نگرانی مکمل کیا۔ مقالے کی تیاری میں انھیں بڑی گہرائی سے تصانیف اقبال کا مطالعہ کرنا پڑا اس طرح ان کی وابستگی اقبالیات کے ساتھ اور پختہ تر ہوگئی اور آج ہم انہیں شعبہ اقبالیات میں مستند ادیوں میں شمار کرتے ہیں۔ پروفیسر عبدالحق انھیں معارف (Iqbal Encyclopedia) کہتے ہیں۔

اقبالیاتی ادب سے دلچسپی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اقبال کے افکار و نظریات قرآن حکیم پر مبنی ہے ہاشمی صاحب کا دینی مطالعہ کافی وسیع ہے دین سے محبت اور دینی اقدار سے لگاؤ کے سبب وہ اقبال کے افکار و نظریات سے متفق ہوئے اور اس طرح انھوں نے اقبالیات کے موضوع کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنا دیا اور آج انھیں بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ اب تک آپ کی اقبالیات کے موضوع پر میں کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں اقبال کی طویل نظمیں، تصانیفِ اقبال کا تحق کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ مخطوط اقبال اقبالیات تفہیم و تجزیہ " اقبال شخصیت و فن وغیرہ قابل ذکر کتابیں ہیں۔ پروفیسر رفیع الدین ہاشمی کی اقبال شناسی سے متعلق ذیل میں چند اہل قلم حضرات کی آراء درج کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے :

ڈاکٹر ضیاالحسن (جو ہائی صاحب کے شاگرد رہ چکے ہیں) نے موصوف کی اقبال شناسی کے حوالے سے یوں اظہار رائے کیا: ساری دنیا مانتی ہے کہ اقبال اور اقبالیات پر ہاشمی صاحب کا کام ناقابل فراموش ہے کوئی

ان کے کام کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ انھوں نے اتنا کام کیا ہے جو قابل قدر بلکہ گراں قدر ہے اور ان کے کام کو ہمیشہ سراہا جائے گا۔

شعبہ اقبالیات (اور نیشنل کالج لاہور) کے معروف اقبال شناس سید محمد اکرم اکرام نے ہاشمی صاحب کی اقبال شناسی کے بارے میں یوں بتایا:

اقبال سے ان کا گہرا تعلق ہے اور وہ ہمیشہ اس کام میں گمن رہتے ہیں ہائی صاحب ایک ایسے اقبال شناس ہیں جو ہمیشہ کسی بھی موضوع کی تہہ تک جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اقبالیات کے حوالے سے ان کا کام قابل تحسین ہے کیونکہ اقبال کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ کرنے والے اب بہت کم رہ گئے ہیں ان میں ہاشمی صاحب کا نام بھی شامل ہے۔"

ملک حق نواز خاں کے مطابق ہاشمی صاحب کی محبتیں اور نفرتیں اقبال کے حوالے سے ہیں۔ اس حوالے سے انہوں نے تحریر فرمایا: وہ بحر اقبال شناسی کی گہرائیوں میں یوں غوطہ زن ہوئے کہ اسی کے ہو کر رہ گئے۔ ان کی محبتیں اور نفرتیں اقبال ہی کے حوالے سے ہیں۔ اگر کوئی شخص اقبال سے محبت کرتا ہے تو وہ ان کا محبوب ہے اور اگر اسے اقبال پسند نہیں ہے اور ان کے متعلق منفی رویہ رکھتا ہے تو وہ ان کا مقہور ٹھہرا۔

پروفیسر رفیع الدین ہاشمی کے چچازاد بھائی ڈاکٹر عبداللہ شاہ ہاشمی ان کی اقبال شناسی کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

وہ ایک بڑے اقبال شناس اور محقق ہیں رشید حسن خاں نے اگر کسی محقق کے کام کو سراہا ہے تو یہ اعزاز انھیں حاصل ہے ان کی تصانیف خصوصاً ان کا پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ ان کی اقبال شناسی اور ان کے محقق ہونے کی عملی تصدیق ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہاشمی صاحب بہت بڑے اقبال شناس ہیں انھوں نے اقبالیات کے ایک ہی موضوع پر نہیں لکھا ہے بلکہ ان موضوعات پر بھی قلم اُٹھایا ہے۔ جن کی طرف بہت سے اقبال شناسوں نے دیکھا تک نہیں ہے۔

ہاشمی صاحب کا شمار اہم اقبال شناسوں کی فہرست میں ہوتا ہے انھوں نے علامہ اقبال کے حوالے سے جو کچھ لکھا اس سے آئندہ لکھنے والے رہنمائی حاصل کریں گے۔ انہوں نے کتابوں اور مقالات میں فکر اقبال کے تعارف اور تشریح کا جو انداز اپنایا ہے وہ منفرد اور جداگانہ ہے۔ ہاشمی صاحب قلبی اور ذہنی طور پر علامہ اقبال کے بہت بڑے حامی ہیں بلکہ اقبال کے عاشقوں میں سے ہیں۔ علامہ اقبال کے خلاف

ذرای بات برداشت نہیں کرسکتے اور اگر کوئی ایسی کوشش کرے بھی تو فوراً مدلل اور مسکت جواب دے کر مخالف کی زبان بند کر دیتے ہیں، غرض کہ اقبال کو اپنے بلند مرتبے سے کسی بھی صورت میں گرنے نہیں دیتے۔ علامہ اقبال کی تفہیم اور ان کی شناخت کا ہاشمی صاحب کا اپنا ایک منفرد انداز ہے، جیسا کہ انھوں نے اپنے ایک انٹرویو میں راقم کو بتایا:

> لوگوں نے اقبال کو پہچانا ہی نہیں، اگر اقبال کے افکار اور اصلاحی پروگراموں پر عمل کر لیا جائے تو نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری دنیا کی اخلاقی، معاشی اور سیاسی صورت حال سدھر جائے گی۔[۲۱]

ہاشمی صاحب ایک بے باک اور حق گو ماہر اقبالیات ہیں۔ یہ خوبیاں بہت کم ادیبوں میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان میں اپنے محبوب شاعر کے لئے ایک سچی تڑپ موجود ہے جس کی وجہ سے انھوں نے اپنی ساری عمر اقبالیات کے لئے وقف کر دی۔ ہائی صاحب نے اپنی اقبال شناسی کے ذریعے پوری دنیا میں شہرت حاصل کی ہے اور تمام حلقوں میں اپنی علمیت، قابلیت اور اپنی دل نواز شخصیت کا نقش بٹھایا ہے۔ انہوں نے بذات خود کبھی بھی اپنی اقبال شناسی کے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں کیا ہے، خود کو وہ اقبالیات کا ایک ادنیٰ طالب علم تصور کرتے ہیں۔ ہاشمی صاحب نے فکر اقبال کے تعارف اور اس کی مختلف جہتوں کی وضاحت و تفہیم کی جو بھرپور کوشش کی ہے، یہ کاوشیں اقبالیات سے وابستگی اور ان کی اقبالیاتی خدمات کی واضح دلیل ہے۔ مجموعی طور پر ہاشمی صاحب نے علامہ اقبال کے فکر و فلسفہ پر جو کچھ بھی لکھا ہے، یہ ہے کہ وہ نہایت صاف، سادہ، واضح اور روشن ہے وہ کہیں اس کا سب سے؟ بڑا وصف یہ بھی کسی اُلجھن کا شکار نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاشمی صاحب بذات خود صاف گو، بذات سادہ اور سچے انسان ہیں۔ انھوں نے اقبال کو بھی ہمیشہ اس کے صحیح حوالے سے دیکھا اور پیش کیا اور کبھی بھی فکر اقبال کی من پسند تعبیر نہیں کی ہے۔ ہاشمی صاحب کی اقبال شناسی کا ایک قابل قدر پہلو یہ بھی ہے کہ انھوں نے تعبیر اقبال میں ہمیشہ راست فکری سے کام لیا ہے۔ یہ کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کی بنیاد پر ہم پروفیسر رفیع الدین ہاشمی کو برصغیر کا بہت بڑا اقبال شناس قرار دے سکتے ہیں خصوصاً پاکستان میں اقبالیات کی تاریخ ان کی خدمات کے بغیر نامکمل ہے۔

خلاصہ:

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب ایک نامور محقق، ماہر اقبالیات تھے۔ اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ نماز کے پابند، ہمہ وقت قرآن کی تلاوت میں بھی مشغول رہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی خدمات کو عام عوام کے سامنے لایا جائے اور ان کے کئے ہوئے کام کو پبلش کیا جائے ۔تحقیقی مقالات لکھوائے جائیں۔ان کے موضوع پر سیمینار اور کانفرنس منعقد کی جائے۔اخبارات و میگزین میں ان کی خدمات کو عام کیا جائے۔سکول،کالج یونیورسٹی کے طلباء کو ان کی شخصیت سے متعارف کرایا جاے۔ان پر علمی کام کا جائزہ بھی کروایا جائے۔

***

حوالہ جات و حواشی

---

[۱] ظہور احمد ڈاکٹر، پروفیسر رفیع الدین ہاشمی حیات اور ادبی خدمات۔ایم ار پبلی کیشنز نئی دہلی انڈیا،۲۰۱۳، ص ۱۴

[2] https://ur.wikipedia.org/wiki/٪D8٪B1٪D9٪81٪DB٪8C٪D8٪B9_٪D8٪A7٪D9٪84٪D8٪AF٪DB٪8C٪D9٪86_٪DB٪81٪D8٪A7٪D8٪B4٪D9٪85٪DB٪8C

[۳] مظہر دانش، مجلہ سخن (لاہور) ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی سے مصاحبہ، ۲۰۰۲، ص ۸۱

[۴] ظہور احمد ڈاکٹر، پروفیسر رفیع الدین ہاشمی حیات اور ادبی خدمات۔ایم ار پبلی کیشنز نئی دہلی انڈیا،۲۰۱۳، ص ۱۶

[۵] ام کلثوم، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی اقبال شناسی، (تحقیقی مقالہ ایم اے) اسلام آباد، ۲۰۰۲، ص ۷

[۶] عبدالعزیز ساحر، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی سوانح اور کتابیات، ص ۱۹

[۷] ظہور احمد ڈاکٹر، پروفیسر رفیع الدین ہاشمی حیات اور ادبی خدمات۔ایم ار پبلی کیشنز نئی دہلی انڈیا،۲۰۱۳، ص ۲۳

[۸] ایکسپریس، بدھ، ۱۴ اکتوبر ۲۰۲۳

[۹] اقبالیات، اقبالیات انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی (سرینگر) شمارہ ۱۶، ص ۴

[۱۰] ظہور احمد ڈاکٹر، پروفیسر رفیع الدین ہاشمی حیات اور ادبی خدمات۔ایم ار پبلی کیشنز نئی دہلی انڈیا،۲۰۱۳، ص ۱۴۰

[۱۱] ڈاکٹر ضیاء الحسن کا انٹرویو، مورخہ ۱۶ فروری، ۲۰۰۶

[۱۲] انٹرویو، پروفیسر رفیع الدین ہاشمی، ۲۸ فروری ۲۰۰۶